زمانہ میں جس قسم کی پیچیدگیاں، سوالات اور مانگیں پیدا ہوں گی۔ قرآن اُن کا جواب دے سکے گا اگر قرآن کسی ایک ہی زمانہ کے تقاضہ کو پورا یا ایک ہی انسانی طرزِ فکر کو مطمئن کر سکتا تو اُس کے ایک ایک نقطہ کو ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہ سکتی تھی۔ نئی نئی تاریخی ساختوں کو جاننے، نئے سے نئے تاریخی تقاضوں کو سنبھالنے اور نئے سے نئے طرزِ فکر کو روشنی دے سکنے والا قرآن ہی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں ایک ایسے خدا، ایسے بالاتر دماغ اور ایسے غیب داں کی طرف سے بھیجا گیا ہوں جو سب کچھ جانتا اور مکمل ترین رہنمائی دے سکتا ہے۔

اگر اس علمِ غیب اور اس طرح کی رہنمائی کو نظر انداز کر کے ہم صرف "بعد از مرگ زندگی" ہی کے غیبی علوم کا یقین کرنے لگیں تو کیا مادی زندگی کے طویل ترین تاریخی فاصلہ اور قومی مرگ و زیست کی صدہا داستانوں کی خلیج سے خدا کے علمِ غیب میں خلا نہ پیدا ہو جائیگا؟ ۔ کیا اس کے یہ معنے نہ ہوں گے کہ اگرچہ خدا آخرت کی تفصیلات سے پوری طرح باخبر ہے۔ لیکن انسانی تاریخ، معاشی ارتقاء کے منازل اور ان پیچیدگیوں سے بالکل ناآشنا ہیں۔ جنہیں سُلجھا سکنے ہی پر ہمارے تاریخی مستقبل کا دار و مدار ہے؟ کیا اس تصور پر ایمان، حالات کے سہارے بڑھتا رہ سکتا ہے شاید ایمان میں کمی و بیشی ہو سکنے نہ ہو سکنے کی جو بحث علمائے کرام کی صحبتوں میں چلتی رہی۔ وہ اس ہی بنیاد پر ہو گی۔ آخرت پر تھوڑا یا بہت جتنا یقین بھی کسی وجہ سے پہلے دن ہو گیا تھا ظاہر ہے کہ موت تک اُس میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر خدا کی طاقت اور اُس کے قانون پر یقین کی دعوت قبول کر لی گئی ہو تو تاریخ کا ہر وہ پلٹا، ہر وہ ٹھوکر اور ہر وہ امن و عیش جو ہمارے بنیادی تصور کو پائندہ تر اور تابندہ تر کرتا جا رہا ہو۔ ہمارے ایمان و یقین میں اضافہ کا باعث ہوتا رہے گا۔ آخرت یا دوزخ و جنت پر ایمان یہود و نصاریٰ کو بھی نصیب تھا۔ فرشتوں وغیرہ کو بھی تمام مذہبی پارٹیاں ہمیشہ تسلیم کرتی رہی ہیں۔ پھر آخر وہ کونسا غیب تھا؟ جس پر ایمان لائے بغیر عبادات بھی رہنمائی نہ دے سکتی تھیں۔ اور جسے پیغمبر

اسلام ہی پر کیا موقوف ہے قرآن کے نزدیک من فی السموات والارض (جو بھی زمین و آسمان میں ہے) اس غیب کو نہیں جانتا۔ جس پر ایمان لانے کا ہم سے مطالبہ کیا جارہا ہے۔ کیا خدا کو کائنات نہیں پہچانتی تھی۔ کیا دوزخ و جنت کا علم تمام اہل مذاہب نہیں رکھتے تھے؟ آخر وہ کیا چیز تھی؟ جو پیغمبروں کو بھی لگا ہے گا ہے، ضرورت کے مطابق بتایا جایا کرتی تھی۔ وہ ایک ہی چیز تھی پیغمبرانہ قیادت میں الہامی پیغام کے تاریخی اور حیاتیاتی نتائج، وہ نتائج کچھ اس طرح قرآن میں نہیں بیان کئے گئے ہیں کہ پیغمبر اسلام کے بعد معاشی انقلاب کا ذوق رکھنے والی انسانیت اپنی پیچیدہ اور طویل راہ میں فائدہ نہ اٹھا سکے قرآن کے معجزانہ انداز بیان نے جن آیات میں عرب قوم کے عبوری دور اور تاریخی مستقبل پر روشنی ڈالی ہے وہ ہی آیات ہر تاریخی نظریہ کو پوری پوری روشنی دے سکنے کے قابل ہیں۔ اور صرف سادہ ترجمہ کے ساتھ۔ قصص الانبیاء دراصل ایمان بالغیب کو تقویت دینے ہی کے لئے بیان کئے گئے تھے۔ انبیاء کے تاریخی واقعات زندگی کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اُس ہی سے نئی نئی تاریخی ساختوں کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اُس ہی سے تعمیری اور تخریبی پارٹیوں کے فیصلہ کن نتائج کا اور اُنھیں سے اس چیز کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ نصب العین کو نہ بدلتے ہوئے مختلف تاریخی زمانوں میں حالات کو سنبھالنے کے لئے نقشہ میں کتنی تبدیلیاں کی جا سکتی ہیں۔

یقین کیجئے کہ قرآن کی حکمت و موعظت سے جس طرح اخلاقی انقلاب لانے والا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ایسے ہی معاشی انقلاب سے آغاز کرنے والا بھی اٹھا سکے گا۔ زندگی ایک ناقابل تقسیم حقیقت ہے۔ زندگی کے ایک پہلو میں جو سچائی ہے۔ زندگی کے دوسرے پہلو میں بھی وہ سچائی ہی رہے گی۔ قرآن نے اخلاقی انقلاب کی دعوت دیتے ہوئے جو علم غیب دیا تھا۔ وہ معاشی انقلاب لانے والوں کے لئے بھی اتنا ہی مفید رہے گا قرآن کا معجزہ ہی یہ ہے کہ تاریخ و سائنس کی ریسرچ سے جن فیصلہ کن سچائیوں تک انسانی دماغ پہنچ سکتا اور ماضی و حال کے آئینہ میں اپنا چہرہ

(بقیہ مضمون صفحہ ۵۲ پر)

صحیح بخاری کی فنّی خصوصیات

(۴)

(از جناب مولوی محمد سلیم صاحب صدیقی ایم۔ اے)

عینی نے اپنے شرح کے دیباچہ میں ایک بلیغ ادیبانہ خطبہ لکھا ہے اور شاید اس پر ان کو ناز بھی تھا۔ حافظ نے "الاستبصاد علی الطاعن" کے نام سے اس دیباچہ کی ادبی تنقید لکھی ہے

عینی کی شرح کے ابتدائی حصہ میں ایک خاص بحث حدیثوں کے متعلق پائی جاتی ہے جو فتح الباری میں نہیں ہے یعنی حدیثوں کی بلاغت اور لفظی محاسن جن کا فن بدیع سے تعلق ہے بیان کیا ہے حافظ ابن حجر سے پوچھا گیا تھا کہ آپ کی شرح میں یہ کمی رہ گئی ہے تو ہنس کر اس کا جواب دیا کہ یہ خود عینی کی اپنی کوشش کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ

نقلہ من شرح رکن الدین وقد وقفت   یہ سرمایہ رکن الدین کی شرح سے عینی نے اپنی

دیکھ کر جہاں تک مستقبل کو سنوار سکتا ہے۔ اُس سے بھی زیادہ گہری، زیادہ صاف اور زیادہ نفع بخش سچائیوں کو نمایاں کر دیا گیا۔ کاش مسلم پارٹی قرآن کے مطالعہ کا ذوق پیدا کر سکتی۔ جس سے ہر غلط فہمی دور ہو سکتی تھی۔ اب رخصت ہوتا ہوں اور یہ عرض کرتے ہوئے کہ اگر میرے طرز فکر میں کچھ لغزشیں ہوں تو انھیں سبنھال سکنے کا آپ کو حق ہے۔

(صفحہ ۱۵۱ کا بقیہ)

علیه قبله ولکن ترکت النقل منه لکونه لم یتم وانه کتب منه قطعة وخشیت بعد فراغهما فی الارسال ولذا لم یتکلم العینی بعد تلک القطعة بشیئ من ذلک ۔

کتاب میں منتقل کیا ہے، میں رکن الدین کی کتاب سے پہلے ہی واقف ہو چکا تھا۔ لیکن اس کتاب کی چیزیں میں نے اس لئے نقل نہ کیں کہ رکن الدین کی شرح مکمل نہ تھی بلکہ صرف ایک قطعہ لکھا تھا، مجھے اندیشہ ہوا کہ رکن الدین کی شرح کے ختم ہو جانے کے بعد ان مباحث کو ترک کر دینا پڑے گا اس لئے سرے سے میں نے اس کو لیا ہی نہیں، عینی کی شرح میں بھی دیکھو! جہاں سے رکن الدین کی کتاب ختم ہوئی ہے اس کے آگے اس سلسلہ میں گفتگو ترک کر دی ہے۔

بہرحال دونوں بزرگوں کے تعلقات کی نوعیت کچھ ہی رہی ہو لیکن اب تو بخاری کی ان دونوں شرحوں کی حالت دو توام بھائیوں کی سی ہو گئی ہے ایک کے ذکر کے بعد دوسرے کا ذکر ضرور کیا جاتا ہے اگرچہ انصاف کی بات یہی ہے جیسا کہ حاجی خلیفہ نے عینی کی شرح کے متعلق یہ لکھتے ہوئے

ھو شرح کافل فی معنی

اپنے مقصد کے لحاظ سے خود شرح کافی اور خود کتفی ہے،

لکھا ہے کہ

لم ینتشر کانتشار فتح الباری فی حیات مولفه وھلم جرا العینی بعد وفاته

مگر فتح الباری کی شہرت عینی کی شرح کو نہ مصنف کی زندگی میں حاصل ہوئی نہ اس کے بعد

آخر وقت تک۔

شروح بخاری میں آخری اہم شرح علامہ شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی المصری الشافعی صاحب المواہب کی ہے جس کا نام انھوں نے ارشاد الساری رکھا ہے علامہ قسطلانی کی وفات سنہ ۹۲۲ھ میں ہوئی ہے۔ حاجی خلیفہ نے لکھا ہے۔

وھو شرح ممزوج فی نحو عشرۃ اسفار کبار — ان کی شرح (مختلف شروح کے مضامین سے) دس بڑی بڑی جلدوں میں

دیباچہ کے اور چیزوں کے تذکرے کے ساتھ خود قسطلانی نے لکھا ہے کہ

قد فاض علیہ النور من فتح الباری — کہ قسطلانی پر فتح الباری سے نور نازل ہوا

جو اس بات کا اعتراف ہے کہ اپنی شرح میں زیادہ تر انھوں نے فتح الباری ہی سے استفادہ کیا ہے بلکہ دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قسطلانی کی یہ شرح گویا فتح الباری کا ایک تلخیصی نسخہ ہے البتہ اس شرح کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے بخاری کے جس متن کا انتخاب اپنی شرح میں کیا ہے یہ بخاری کے نسخوں میں بڑی تاریخی اہمیت رکھتا ہے مولانا انورشاہ کشمیری قدس اللہ سرہٗ نے اپنی املائی شرح میں فرمایا ہے۔

لانہ اعتمد علی نسخۃ الحافظ شرف الدین الیونینی جہبذ زمانھا و حافظ اوانہ۔ — جس کی وجہ یہ ہے کہ قسطلانی نے بخاری کے اس نسخہ پر اعتماد اپنی شرح میں کیا ہے جو حافظ شرف الدین یونینی کا مرتب کیا ہوا تھا وہی شرف الدین یونینی جو اپنے زمانہ کے ماہر بصیر اور وقت کے حافظ تھے۔

مولانا نے یہ بھی لکھا ہے کہ بادشاہ وقت نے فرمایا تھا کہ بخاری کی عبارت پر اعراب لگا دیا جائے

اس کام کو حکومت نے ان ہی علامہ یونینی کے سپرد کیا تھا ۔ لکھا ہے کہ

وجعل معہ افاضل العصر لتصحیح متون الاحادیث وھو ابن مالک صاحب الالفیہ

یونینی کے ساتھ اس کام میں وقت کے دوسرے فضلاء بھی شریک کئے گئے تھے پس یونینی اور الفیہ (مشہور نحوی متن منظوم) کے مصنف ابن مالک نے بخاری کی حدیثوں کے متون کی تصحیح کی ،

بہر حال قسطلانی کو اسی یونینی مصحح نسخہ کا پہلا قطعہ مل گیا تھا جو نصف بخاری پر مشتمل تھا قسطلانی نے اپنی شرح کے دیباچہ میں اس کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے کہ شرف الدین یونینی اور ابن مالک کا مصحح نسخہ ان کو کیسے ملا، تصریح کی ہے کہ اس پر دونوں بزرگوں کی تصحیح کے توثیقات درج تھے، یونینی اور ابن مالک صاحب الفیہ کا جو مقام عربیت میں ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے حقیقت میں اس نسخہ کی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے، قسطلانی نے لکھا ہے کہ ایک مدت تک صرف بخاری کی پہلی جلد یونینی کے نسخہ کی مجھے ملی اور اس کا افسوس تھا کہ آدھی کتاب میں ان کی تصحیح سے مستفید نہ ہو سکا مگر جوئندہ یابندہ کامل پچاس سال کے بعد مجھے یہ خبر ملی کہ بازار میں کچھ کتابیں نیلام کے لئے آئی ہوئی ہیں اور اسی میں یونینی کی مصحح نسخہ کی دوسری جلد بھی ہے مجھے بڑی خوشی ہوئی اس نسخہ کو میں نے حاصل کیا اور آخری حصہ کے متن کی تصحیح اسی کو پیش نظر رکھ کر کی آخر میں لکھا ہے کہ ۔

وقد قابلت متن شرحی اسناداً وحدیثاً من اولہ الی آخرہ حرفاً حرفاً وکتبتہ کما رأیتہ حسب

میں نے اپنی شرح کے متن کی سندوں اور حدیث کی خود عبارت کا اول سے آخر تک ایک ایک حرف کرکے مقابلہ کیا ہے اور